چودھویں کا چاند

درمدح امام منتظر علیہ السلام مولود نیمۂ شعبان

سیدالواعظین مولانا سید وجاہت حسین نقوی ناظمؔ اجتہادی طاب ثراہ

بہار آئی بڑھیں طغیانیاں خون رگ جاں میں
کیا لنگر جہاز دل نے بحر مے کے طوفاں میں

بشوق بادۂ شبنم وہ غنچوں نے جماہی لی
وہ لیں انگڑائیاں بیلوں نے آغوش گلستاں میں

چلی ٹھنڈی ہوا زنجیر دیوانوں نے کھڑکائی
بہار آئی نزاعیں چھڑ گئیں دست و گریباں میں

شب مہتاب ہے ساقی نہ ترسا بادہ خواروں کو
ہے لطف بادہ پیمائی ضیائے ماہ تاباں میں

کلف سمجھے کوئی مہتاب میں ہم تو یہ کہتے ہیں
ہے بھاپ اٹھتا ہوا ساغر کف موسیٰ عمراں میں

وہ مے کش ہوں کہ ہے ہر سرزمیں پر میکدہ میرا
نجف میں سامرے میں کربلا میں اور خراساں میں

حرارت سے بنی مینائے مے انگور کے دانے
اثر ہے کس قیامت کا نگاہ گرم رنداں میں

ذرا اے کاتب اعمال بد دیکھ ان گھٹاؤں کو
لکھے گا آج کی بھی مے کشی کیا فرد عصیاں میں

سمائے جاتے ہیں آنکھوں میں ہلکے رنگ پھولوں کے
نگاہیں لوٹتی پھرتی ہیں سبزہ پر گلستاں میں

گلستاں میں زمرد گوں قبا پہنی ہے سبزہ نے
رنگا ہے گل نے جامہ سرخیٔ لعل بدخشاں میں

رہا گر قوت نشو و نما میں زور ایسا ہی
عجب کیا ہے جو پھوٹیں کونپلیں خار مغیلاں میں

رگ گل میں جو ہے سیلان خون اس کا تعجب کیا
لہو دیدے اگر چبھ جائے کانٹا شاخ مرجاں میں

بہ فیض نامیہ اک سنبلستاں لہلہا اٹھا
اگر اک موئے گیسو گر گیا صحن گلستاں میں

خزاں خوردہ درختوں سے تراوٹ پھوٹ نکلی ہے
ہوا نے پھونک دی ہے روح گویا جسم بے جاں میں

حسیں گلگشت کو ہمجولیوں کے ساتھ نکلے ہیں
پڑے ہیں رخ پہ گیسو جارہے ہیں سنبلستاں میں

جو ہمسن ہیں وہ ڈالے گردنوں میں ہاتھ پھرتے ہیں
جو کمسن ہیں وہ جگنو باندھتے پھرتے ہیں داماں میں

کوئی گل چن کے کہتا ہے کہ ہم گجرے بنائیں گے
کوئی کہتا ہے ہم لے جائیں گے گور غریباں میں

چلو ناظمؔ ذرا ہم بھی وہاں کا لطف دیکھیں گے
خبر بھی ہے؟ اندھیرا ہو گیا صحن گلستاں میں

حسینوں کے بھی ڈیرے اٹھ گئے گلشن میں اب کیا ہے
وہاں تصویر عبرت بھی کھنچے گی چشم حیراں میں

چنے لیتا ہے کوئی پھول تربت کے بھی شوخی سے
ہوا دیتا ہے دامن سے کوئی شمع فروزاں میں

کوئی پہچانتا پھرتا ہے ذرے خاک عاشق کے
کوئی دل ڈھونڈتا پھرتا ہے اجزائے پریشاں میں

کوئی حسرت سے رو کر قبر عاشق پر یہ کہتا ہے
بس اب اٹھ تیری صورت پھر رہی ہے چشم گریاں میں

ہوائے روزن تربت سے شمع کشتہ جل اٹھی
ابھی تک یہ اثر باقی ہے تیری آہ سوزاں میں

خفا مجھ سے نہ ہو جو کچھ ہوا بچپن کی وہ ضد تھی
ندامت سے سر اپنا اب تو ڈالے ہوں گریباں میں

تڑپنا تیرا شام ہجر میں جب یاد آتا ہے
توشانہ بھی نہیں کرتے ہیں ہم زلف پریشاں میں

تجھے کچھ وہم بھی آتا نہیں اتنا تو کہہ منہ سے
کہ دونوں وقت ملتے آئے کیوں گور غریباں میں

بہت سویا ذرا اب اٹھ کے دیکھ اس رات کا منظر
چراغاں ہو رہا ہے خیمۂ گردون گرداں میں

شب آدینہ کہتے ہیں جسے وہ آج کی شب ہے
سویدا بن گئی ہے جو کہ قلب ماہ شعباں میں

وہ شب زلف زلیخا کی سیاہی جس سے شرمائے
وہ شب کاجل لگا آئے جو چشم ماہ کنعاں میں

کبھی بڑھ کر نظیر کاکل محبوب بنتی ہے
سمٹ کر خال بنتی ہے کبھی رخسار جاناں میں

جلائے گا دم رفتار جو مردوں کو ٹھوکر سے
ولادت آج ہی کی شب ہے اس کی بزم امکاں میں

ابھی ہلکا سا پردہ ہے اگر تو چل تو دکھلا دوں
چمک ماہ امامت کی شب زلف پریشاں میں

مگر ہاں نزع نے تجھ کو تو بے حس کر دیا ہو گا
نہ ہوگی قوت جنبش بھی تیرے جسم بے جاں میں

ابھرتی ہی نہیں تادیر اب ڈوبی ہوئی نبضیں
یہ حالت ہو گئی ہے انتظار دید جاناں میں

ہوئے ہیں چارہ گر بے دست و پا کچھ بن نہیں پڑتا
کہ اب چھننے لگے پانی کے قطرے تک رگ جاں میں

اگر کچھ ہوش آتا ہے تو یہ گھبرا کے کہتا ہے
کہ کتنی دیر اب باقی ہے صبح شام ہجراں میں

غم فرقت میں رونے سے کوئی گر منع کرتا ہے
تو موجیں مارتا ہے بحر ابیض چشم گریاں میں

نصیحت کوئی کرتا ہے تو برہم ہو کے کہتا ہے
نہ مانوں گا نہ مانوں گا میں جب تک جان ہے جاں میں

اجی ہاں ٹھوکریں کھایا کریں گے ہم تمہارا کیا
بڑے آئے نہ جانے دینے والے کوئے جاناں میں

مجھے کیا ہوش میں لاؤ گے تم خود ہوش میں آؤ
میں ہوں مخمور عشق حضرت مہدیؑ دوراں میں

ادا حق رقابت وعظ کے پردہ میں کرتے ہو
تمہارا آپ دل الجھا ہے اس کی زلف پیچاں میں

چلو اے واعظو! دل نذر دو دربار جاناں میں
محبت اس کی شامل ہو گئی اجزائے ایماں میں

دل آیا شاہد اسلام کے بچپن کی صورت پر
جوانی کی ادائیں مل گئیں مذہب کے ارکاں میں

وہ ہے محفوظ لوح دل پہ جو سر امامت ہے
جو کہہ ڈالا ہے لوگوں سے وہ ہے آیات قرآں میں

وہ ابھرا مصحف عارض پہ خط بن کر جواب اس کا
عریضہ میں نے اک ڈالا تھا جو چاہ زنخداں میں

شب پیدائش نور خدا اور چاند میں دھبہ
نہیں ہر گز یہ بات آنے کے قابل عقل انساں میں

بطور یادگار مہدیؑ دیں صبح فطرت نے
شب میلاد کا فوٹو لیا ہے ماہ تاباں میں